فروتنی اور عاجزی

صدیق اکبرؓ کا جو درجہ تھا وہ سب پر ظاہر ہے پھر خلیفۂ رسول مگر بایں ہمہ انکسار اور فروتنی کا عجیب عالم تھا، آپ کی خاکساری اور تواضع کا حال یہ تھا کہ جب لوگ خلیفۂ رسول کی حیثیت سے آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور آداب بجالاتے تھے تو دل میں شرمساری محسوس کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ——— "تم لوگوں نے مجھے بہت بڑھا چڑھا دیا"۔

یہ ہے انسانی شرف وکمال کہ وہ اپنی بڑائی سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اسے مبالغہ محسوس کرتا ہے اور لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ انسان اور پھر بڑائی، یہ بے جوڑ سی بات ہے۔

مگر ایک ہمارا یہ پُرفتن دور ہے جس میں لوگ اپنا شاندار جلوس نکالتے ہیں، زندہ باد کے نعرے بلند کراتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، استقبال پر ہزاروں روپے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں۔

(اسلامی حکومت کے نقش و نگار)

۹ جولائی ۷۶ء
مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور
۷۵ پیسے

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مومن دو دفعہ دھوکہ نہیں کھاتا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان رکھنے والا آدمی ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا۔

غزوۂ بدر کا واقعہ ہے کہ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے جان نثاروں نے ایک منہ پھٹ شاعر کو گرفتار کر لیا وہ آپؐ کو ہجو کرتا رہتا تھا اور شب و روز اسلام کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا۔ آپؐ نے اسے سمجھایا کہ تیرا یہ کام اچھا نہیں اس کو چھوڑ دے۔ ان تمام باتوں کے باوجود آپ نے اس پر احسان کرکے اسے رہا کر دیا۔ اور اس سے عہد لے لیا کہ وہ آئندہ اسلام کی مخالفت نہ کرے گا اور آپؐ کی یا کسی اور مسلمان کی برائی میں شعر نہ کہے گا۔ اس نے اس کا وعدہ کر لیا اور رہا ہو کر جہاں کا تھا وہاں چلا گیا لیکن وہ بہت جلد وہ اپنے قول و قرار سے پھر گیا۔ اس نے پہلے کی طرح اسلام کی مخالفت اور آپؐ کی ہجو شروع کر دی۔ احد کی لڑائی میں پھر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اب وہ آپ کی منت خوشامد کرنے لگا کہ آپ بڑے بردبار اور مہربان ہیں اب کے آپؐ مجھے چھوڑ دیں تو میں پھر کبھی آپؐ کو نہ ستاؤں گا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ یہ نادانوں کا شیوہ ہے کہ گناہ کو کوئی بڑی چیز نہیں سمجھتے۔

اور ایک ہی برے کام کو بار بار کرتے رہتے ہیں۔ ایمان والے شخص کی یہ خاصیت ہے کہ وہ برائی کو برائی سمجھتا ہے اور اگر کسی وجہ سے کوئی برا کام ہو جائے تو وہ اس سے توبہ کرتا ہے اور پھر کبھی اس کے پاس نہیں جاتا۔ جس میں یہ بات موجود ہے وہ البتہ ایمان والا ہے۔

اسی مضمون کو ایک اور حدیث میں اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر اچھا کام کرنے سے تیرا دل خوش ہو اور برا کام کرکے افسوس اور رنج ہو تو سمجھ لے کہ تو ایمان والا ہے۔

اس حدیث میں اسی مضمون کو ایک اور طریقہ سے سمجھایا گیا ہے کہ ایمان والا کوئی گناہ جان بوجھ کر دوبارہ نہیں کرے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جس بل سے کسی کو سانپ نے ڈس لیا ہو اگر اس کے ہوش و حواس درست ہیں تو پھر کبھی وہ اس بل میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔

حدیث میں اسی طرف اشارہ نکلتا ہے۔ کہ بدکردار شخص کو ایک بار معاف کر دینا تو ٹھیک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ بار بار جان بوجھ کر وہی حرکت کرے تو پھر اسے معاف کر دینے میں سوسائٹی کا نقصان ہے۔ لہٰذا اسے ایسی سزا دینی چاہیے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہ کر سکے اور کسی دوسرے کو اس کی سزا دیکھ کر گناہ کی جرأت نہ ہو۔

تلاش گمشدہ: عبدالقدوس بعمر ۱۲ سال رنگ گندمی ۲۱ جون سے لاپتہ ہے درج ذیل پتہ پر اطلاع دیں۔
معرفت انجمن خدام الدین لاہور یا قاری عبدالکریم محلہ ٹلوپورہ وارڈ ۵ میلسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ ——— شمارہ نمبر ۷

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر

محمد سعید الرحمٰن علوی

ادارہ تحریر

◎ مولانا محمد اجمل
◎ زاہد الراشدی

بدل اشتراک

سالانہ ۳۵.۰۰
ششماہی ۱۸.۰۰
سہ ماہی ۹.۵۰
فی پرچہ ۰.۴۵

بلوچستان کا مسئلہ

کیوں کر حل ہو؟

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بلوچستان کے عوام نے پہلی مرتبہ اپنے نمائندے منتخب کئے لیکن چند ماہ کا عرصہ چھوڑ کر وہ مسلسل اپنے نمائندوں کی خدمات سے محروم ہیں اور اس قسم کے لوگ ان پر مسلط ہیں جنہیں وہ پسند نہیں کرتے۔

۱۹۷۰ء کے بعد پہلے تو بڑے اور چھوٹے بھائی کی جنگ رہی۔ بڑا بھائی اس دنیا میں جا چکا ہے جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا۔ اور چھوٹا بھائی ہنوز مصروفِ کار ہے۔ جب چھوٹا بڑے سے الجھا تو ملک دو لخت ہو گیا اور ہمیں اپنی تاریخ کا سیاہ ترین دن دیکھنا پڑا۔

چھوٹے نے بڑے سے چھٹکارا حاصل کر لیا "ادھر ہم" کا فلسفہ پورا ہو گیا تو اس نے عوامی بننے کی بجائے "فوجی" بننا زیادہ پسند کیا اور فوجی نہ ہو کر بھی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی وردی پہن لی۔ اس کش مکش میں اور کچھ دن بیت گئے تو اس نے حق داروں کو حق دیا۔ جی نہیں انہوں نے لیا۔ لینے والے تھے نیپ، جمعیۃ کے منتخب لوگ! لیکن ان کی جماعت رندانہ بلائے ناگہانی ثابت ہوئی اور باقاعدہ حکومت ڈسمس کر کے بعض لوگوں کو جیل میں ڈال دیا گیا، بعض کو منوانے کی کوشش کی گئی وہ نہ مانے تو انہیں شہید کرا دیا گیا۔ جیسے مولانا شمس الدین مرحوم اور بعض کو دھن دھونس دھاندلی کے شیشہ میں اتار لیا گیا۔

اس کے بعد بگٹی صاحب کو لایا گیا ان کے تمام دعاوی غلط ثابت ہوئے تو نواب قلات کی خدمات حاصل کی گئیں اور جام صاحب کی قیادت میں حکومت بنا دی گئی۔ جس انداز سے یہ حکومت بنائی گئی تھی اسی انداز سے اس نے کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے بھی چلتا کر دیا۔ اور خان آف قلات کو سب کچھ سپرد کر دیا گیا۔ البتہ

نمائش کے طور پر ان کے مشیر مقرر کر دیے گئے۔ اور وہ وہی تھے جن پر بد دیانتی و نا اہلی کے الزام تھے۔

یہ سلسلہ چھ ماہ چلتا رہا۔ اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افواہیں پھیلنا شروع ہوئیں، اب کیا ہوگا؟ کون آئے گا؟ وغیرہ ذالک۔

پھر ہم نے دیکھا کہ زبردستی اسمبلی میں اپنی اکثریت پیدا کرنے والوں نے "اپنوں" پر اعتماد نہ کیا اور مرکزی اسمبلی میں بلوچستان کا بجٹ پیش کر دیا، یہ مرحلہ سر ہوا تو صوبائی اسمبلی بحال کر دی البتہ وزارت کا قصہ پاک کر دیا۔ اسمبلی ہوگی ضرور لیکن کام گورنر صاحب کریں گے۔

یہ صورتِ حال جتنی اندوہناک اور افسوسناک ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

غریب بلوچی ستم رسیدہ اور مظلوم بلوچی سوچتا ہے کہ مجھے کس چیز کی سزا دی جا رہی ہے دو سال سے زائد عرصہ ہونے کو ہے ڈویژن فوج مجھ پر کیوں مسلط ہے؟ طیارے کیوں بم گرا رہے ہیں؟ میرے حقیقی قائدین کیوں قتل کرائے گئے؟ کچھ کو جیل میں کیوں ڈالا گیا اور ظلم و ستم کا بازار کیوں گرم کیا گیا؟

سوچ سوچ کر اور تو کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی سوائے اس کے کہ اس نے ۱۹۷۰ء میں بلند تر سیاسی سوچ کا مظاہرہ کرتے ہوئے باکردار اور باصلاحیت لوگوں کو اپنا نمائندہ چنا اور ایسے لوگوں کو پرکاہ کی برابر حیثیت نہ دی جو حادثات کی پیداوار تھے اور جو کھوکھلے نعرے لے کر میدان میں آئے تھے۔

ظاہر ہے کہ بلوچیوں کا یہ طرزِ عمل کوئی مجرمانہ طرزِ عمل نہیں بلکہ انہوں نے سوچ سمجھ کر ایسا کیا اور ایسا کرنے کا انہیں حق حاصل تھا۔ آخر جب میدان میں مختلف لوگ موجود تھے تو ان میں سے ایک کو ہی کامیاب ہونا تھا سو بلوچیوں نے ایک ہی کو کامیاب کرایا۔ باقیوں کو شکست دی لیکن حیرت ہے کہ اس وقت شکست کھانے والے اب برسرِ اقتدار ہیں اور برسرِ اقتدار بھی ایسے کہ ان میں سے کسی کو کسی پر اعتماد نہیں۔

ان سب کے بڑے کو ان پر نہیں اور شاید ان میں سے کسی کو اپنے بڑے پر نہیں۔

جب یار لوگ آپس میں خود متفق اللسان اور متحد العمل نہیں اور سارے ملک کی طرح وہاں بھی ان کی گروپ بازی اور تو تکار زوروں پر ہے جس سے تنگ آ کر "بہی خواہ عوام" نے دستور کا "احترام" کرتے ہوئے یہ اقدام کیا ہے اور پھر ان لوگوں کو کیوں نہیں ان کا حق دیا جاتا جو حق دار تھے اور ہیں؟

ہم ملک کی سلامتی و استحکام کے پیش نظر مسٹر بھٹو سے کہیں گے کہ چار سال کے عرصہ میں بلوچستان کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے انہوں نے جو مختلف طور طریقے آزمائے اور اپنائے ان میں سے ایک ایک ناکام ہو چکا ہے اس لیے انہیں چاہیئے کہ اب اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے حق داروں کو حق دے دیں۔ اور اسی میں ملک کی بہتری ہے اور اسی میں خود ان کی بہتری!

سلام ہو ان بلوچیوں کو جنہوں نے ظلم کا ہر وار سہہ کر بھی ملک سے اپنی لازوال محبت کا ثبوت دیا اور دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب مظلوم بلوچی ظالموں کا حساب لیں گے اور ظالموں کو حساب دینا پڑے گا۔

خدا کرے کہ ظالموں کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ "انجام بد" سے محفوظ ہو جائیں۔

علی ۳ رجب ۹۶

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

ذکر سے غفلت کمالِ ایمان سے محرومی ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْراً کَثِیْرًا وَ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلاً۔ صدق اللہ العلی العظیم :

اس محفلِ پاک کا حضرت قدس سرہٗ نے اہتمام و انتظام فرمایا۔ الی تادمِ واپسیں بڑی باقاعدگی سے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ ہاں مگر کبھی شرعی عذر ہوا یا حج وغیرہ کا سفر پیش آیا تو اس میں بھی ناغہ نہیں ہوا۔ کسی کو ذمہ دار قرار دیا۔ تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔

ان کے انتقال کے بعد اللہ نے ہم سے یہ کام لیا اللہ کا شکر ہے کہ ان کا خلوص سے لگایا ہوا پودا اب تک باقاعدگی سے پھل پھول رہا ہے۔

بس وہ ریت نبھائی جا رہی ہے اور یقین ہے کہ اہل اللہ کی ریت نبھانے میں ہی بھلائی ہے۔

مَیں نے جو آیت پڑھی یہ سورۃ احزاب کی ہے۔ ترجمہ ہے :

"اے ایمان والو! خوب کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کیا کرو"

حدیث کی معروف کتاب مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کیا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں

ایک اور حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ کا ذکر اتنا زیادہ کرو کہ منافقین تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت نہ کیا وہ کمال ایمان سے دور رہا۔

الغرض قرآن کریم کی آیت کریمہ اور ان احادیث مبارکہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو صبح و شام علی الدوام ذکر اللہ کا حکم باری تعالیٰ عزّ وجلّ دیتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ عزّ و جل کا حکم ہے کہ ہمیں اس کا بکثرت ذکر کرنا چاہیے اور اس پر بھی ہمیں مزید نعمتوں اور بڑے اجر و ثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکورۂ بالا آیت کے بارہ میں روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام فرائض و واجبات کی کوئی نہ کوئی حد مقرر فرمائی ہے اور بحالت عذر وہ معاف بھی ہوتا ہے سوائے ذکر اللہ کے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے اس کے لیے نہ تو کوئی حد مقرر فرمائی کہ اس پر وہ ختم ہو جائے اور نہ اس کے ترک پر کسی کو معذور قرار دیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اُذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ۔ (یعنی یاد کرو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے) رات کو، دن کو، خشکی میں، تری میں، سفر میں، حضر میں، غنا میں، فقر میں، بیماری میں، تندرستی میں، پوشیدگی میں، ظاہر میں، غرض کہ ہر حال میں۔ (ابن کثیر)

(باقی ص ۲۲ پر)

احسن القصص

افادات: حضرت مولانا علامہ نورالحسن صاحب پروفیسر اورنٹیل کالج، لاہور۔

سورۂ یوسف کا پہلا رکوع:۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قرآن عربی میں! کیوں؟

انا انزلناہ قرانا عربیا الخ مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ عربی زبان میں حضور علیہ السلام پر نازل ہوا اور اس کے پہلے مخاطب عرب ہیں، عربوں سے کہا جا رہا ہے کہ اسے عربی میں اتارا گیا کہ تم اسے سمجھو اور پھر اسے ساری دنیا میں پھیلا دو۔

یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن عربی میں ہے اور اس کا پیغام صرف عربوں تک محدود ہے۔ بلکہ پوری دنیا کے لیے ہے اور قیامت تک کے لیے ہے، آخری پیغام ہے حضور علیہ السلام کے بعد کسی معنی میں کوئی نبی اور رسول نہیں، قرآن حکیم کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ یہ چوتھی اور آخری کتاب ہے جو نازل ہوئی اللہ کی طرف سے اور اللہ کی ذات کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ کتنی عظیم ذات ہے۔ فرشتوں میں سب سے اشرف جو ہیں وہ جبریل امین ہیں اور وہ لے کر آئے، اور حضور علیہ السلام پر لے کر آئے جو اشرف الناس ہیں اشرف الخلق ہیں لے کر آئے اس خطہ میں جو اشرف البقاع ہے۔

اس بقعہ مبارکہ اور خطہ مبارکہ (مکہ) کے مقابلہ میں دنیا کا اور کوئی خطہ نہیں۔ اس وقت میں اور اس مہینہ میں لے کر جس کے مقابلہ میں اللہ کے یہاں کوئی مہینہ اور وقت مبارک نہیں یعنی رمضان شریف۔ بعض لوگوں نے یہ بے سروپا اعتراض کیا کہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا پیغام صرف عربوں کے لیے ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ بلکہ محض یہ کہنا مقصود ہے کہ جو پہلی جماعت ہے، ٹیم ہے، جسے نبوت کی درسگاہ میں طیار کیا جا رہا ہے۔ وہ عرب ہیں۔ جب وہ اسے پوری طرح سمجھ لیں گے اور اس کی تعلیمات ان کے پوری طرح ذہن نشین ہو جائے گی تو وہ اسے دنیا میں پھیلائیں گے۔

دوسری بات، اور وہ یہ ہے کہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ جو عرب اور عربی ہیں اس کے معنی کیا ہیں؟

یہ ع۔ ر۔ ب اس کا مادہ ہے۔ باقی جتنے الفاظ ہیں اس سے بنتے ہیں۔ عرب اور عربی کے معنی ہیں۔ الکلام البین الواضح المفصح۔ کلام فصیح کو عربی یا عرب کہتے ہیں اور اسی وجہ عرب اپنے کو عرب اور دوسروں کو عجم کہتے تھے اور اعجم کہتے ہیں گونگے کو۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ جو بات جی میں آئے ضمیر میں آئے اس کی تعبیر اپنی زبان میں پورے حسن اسلوب کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ جبکہ کسی اور زبان میں یہ بات نہیں۔ اس لیے گویا بولنے والے ہمیں ہیں باقی سب گونگے ہیں۔ تو خود عربیت میں معنی فصاحت کے، بلاغت کے، وضاحت کے، ابانت کے موجود ہیں۔ اس اعتبار سے معنی ہوگا۔

"ہم نے اس کتاب مبین کو فصیح و بلیغ قرآن کی صورت میں نازل کیا تاکہ اس کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے تمہیں سمجھنے میں آسانی ہو، سہولت ہو۔"

اب یہ پیغام صرف عربوں تک محدود نہ رہا۔

بلکہ جو عربی جاننے والے ہیں ان سب تک، تمام اہلِ علم تک۔ اور ظاہر ہے کہ جب اہلِ علم اسے کو سمجھیں گے تو وہ دوسروں تک پہنچائیں گے۔ اب یہ مطلب تو نہیں کہ جو عربی جانتا ہے قرآن کا پیغام اس کے لیے تو ہے اور دوسرے کے لیے نہیں۔ یہ تو پیغام سب کے لیے ہے۔

عربی مشکل نہیں

مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محل رحمہ اللہ تعالےٰ کو ایک صاحب نے لکھا کہ جناب یہ جو خطبہ مولوی صاحبان عربی میں پڑھتے ہیں وہ عربی زبان میں ہوتا ہے اور حاضرین تو سمجھتے نہیں اس لیے یہ اردو میں درست نہیں؟ تو کہا کہ یہ تو کوئی عذر نہیں سمجھنا چاہیے، محنت کرنی چاہیے۔ جب ہر چیز کے لیے محنت کرتے ہیں تو عربی سمجھنے کے لیے بھی کرنی چاہیے۔ ٹھیک ہے اس میں نابغہ اور علامہ ہونا تو بہت بڑی بات ہے لیکن ابتدائی قواعد سمجھنا تو کوئی مشکل نہیں۔ اگر شوق ہے اور شوق کے ساتھ آپ ضرورت محسوس فرمائیں تو ضرور ابتدائی عربی جانتے۔

قرآن کا معنی اور اس ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کل عرض کر چکا ہوں۔

قرآنی قصص — بیان کرنے کی وجہ

نحن نقص الآیہ۔ اس سورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ جو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا مقصود ہے یہ آیت اس کے لیے تمہید ہے۔ اور تمہید کے ساتھ یہ بتانا مقصود ہے کہ یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے بارے میں جو طرح طرح کے قصے اور کہانیاں مشہور ہیں سب بے حقیقت ہیں۔ صحیح واقعہ وہ ہے جسے ہم نے بیان کیا اور ہم سے مراد اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ کی ذات گرامی ہے۔

اور دیکھئے کتنی تاکید سے کہا۔ نحن نقص علیک۔ اس کا تحت لفظ ترجمہ ہے۔ ہم بیان کرتے ہیں ہم آپ پر۔ گویا ہم دو دفعہ ہے۔ یہ اس کمال تاکید کے لیے ہے کہ یوسف و زلیخا کے بارے میں جو بے سروپا قصے مشہور ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم نے قرآن کو آپ کی جانب وحی کی اور اسی قرآن حکیم کی ایک سورت کے ذریعہ سے ہم آپ سے یہ بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔

بہترین اس لیے کہ قرآن کریم میں مختلف انبیاء علیہم السلام کے قصے جو مختلف مقامات پر بیان کئے گئے ہیں ان سب سے جو عبرت حاصل ہوتی ہے وہ تنہا سورۂ یوسف میں یوسف علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوتی ہے اور کیا کیا اس میں نقطے ہیں اور عبرتیں ہیں۔ جوں جوں ہم تفسیر بیان کرتے جائیں گے ان کو بھی کھولتے جائیں گے۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن حکیم آپ کی طرف وحی کیا گیا اس میں جو کچھ ہے از قبل وحی ہے۔ سورۂ یوسف میں یوسف علیہ السلام کا قصہ جو تمام قصوں میں بہترین ہے۔ وہ ہم آپ سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی باتیں یوسف و زلیخا کے نام سے مشہور ہیں سب غلط ہیں۔

وان کنت من قبلہ لمن الغافلین۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آپ کو بھی اس قصہ کا علم نہ تھا۔ اس لیے کہ کوئی قصہ کہانی یا واقعہ وجدان کی چیز تو ہے نہیں کہ انسان کو سوجھے یہ تو عیان کی چیز ہے۔ ایک چیز وجود میں آئی۔ یا تو اس کی کوئی روداد ہے جو آپ نے پڑھ لی اور یا کوئی معتبر آدمی ہے جس سے اس واقعہ کو سن لیا۔ حضور علیہ السلام کے بارے میں تو دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں۔

آپ کل سن چکے ہیں کہ اس سورت کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود کے ایما سے مشرکین مکہ نے حضور علیہ السلام کا امتحان لینا چاہا تھا۔ اور پوچھا تھا کہ بنو اسرائیل کا اصلی وطن تو فلسطین ہے۔ یہ بنو اسرائیل مصر میں کب آئے اور کیسے آئے؟ اور آنے کا کیا سبب بنا؟ اس پر سورۂ یوسف کا نزول ہوا اور اس سے وہ سارے واقعات کھل گئے جن کا وہ امتحان لینا چاہتے تھے۔

آپ کو اس واقعہ کی وحی سے قبل خبر نہ تھی کہ

یہ واقعہ کیا ہے؟ ہم آپ سے وہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کا خواب

اذ قال یوسف لابیہ الخ یہ اس وقت کی بات ہے جب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے یہ عرض کیا تھا کہ ابا جی! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج کو اور چاند کو خواب میں دیکھا اور میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ یہ سب کے سب میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کی اولاد

آپ کل کے درس میں سن چکے ہیں کہ حضرت یوسف سمیت حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے۔ چھ لیاہ کے بطن سے، دو بلہار کے بطن سے، تیسری بیوی زلفی ہے، ان کے بطن سے دو لڑکے اور دو لڑکے حضرت راحیل کے بطن سے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین۔ بن یامین سب بھائیوں سے چھوٹے ہیں اور ان کی ولادت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

تورات میں ہے کہ راحیل اور لیاہ میں رقابت تھی اور یہ تو مسلّم ہے کیونکہ سوکن پنے میں ایسا ہوتا ہی ہے اور پھر اس کے اثرات اولاد میں بھی ہوتے ہیں چنانچہ یہاں بھی اولاد کے اثرات ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا سن شریف، عمر مبارک ۱۴ سال تھی جب انہوں نے یہ خواب دیکھا۔

اور یہ جو میں اس کا ترجمہ کیا ہے لاَیت احد عشر الآیہ اس کے دونوں ترجمے ہو سکتے ہیں۔

میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا کہ وہ مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں۔

دوسرا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ عربیت کے اعتبار سے دونوں درست ہیں اور یہ خواب میں دیکھنا اس لیے کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے۔

سچا خواب

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ جو کہا اس میں مراد خواب ہے بیداری میں دیکھنا نہیں۔ بیداری میں کوئی کیسے دیکھ لے گا۔ آپ بیداری کے نقطۂ نگاہ سے غور فرمائیں تو سورج اور چاند کیسے جمع ہو جائیں گے؟ ان کے ساتھ یہ ستارے کیسے جمع ہو جائیں گے؟ یہ تو خواب کا ایک تخیل ہے۔ لیکن اس معنیٰ میں تخیل ہرگز نہیں ہے کہ قوت متخیلہ کا اختراع اور بے حقیقت ہے بلکہ یہ ایک ایسا خواب ہے جو آگے اپنی سچی تعبیر رکھتا ہے۔ اور واقعہ نے بتلایا کہ یہ خواب سچا تھا اور جو اس کی تعبیر خواب کے وقت سمجھی گئی واقعہ میں ایسا ہی تھا۔ اور پھر آگے یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند سے فرماتے ہیں۔

یا بنی لا تقصص رؤیاک تو معلوم ہوا کہ یہ رأیت رویت سے نہیں رؤیا سے ہے اور رؤیا عربی میں خواب کو کہتے ہیں۔

تو میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ گیارہ ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی ہیں اور یہی تعبیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نکالی۔

سورج اور چاند سے مراد؟ ماں باپ ہیں یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام اور سوتیلی والدہ۔

سجدہ سے مراد

لیکن سجدہ سے مراد اصطلاحی سجدہ نہیں۔ اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اپنے ماتھے اور پیشانی کو زمین پر ٹیکنا۔ اصلی لغوی مفہوم سجدہ اور سجود کا۔ مثلاً مجنوں جو ہے وہ لیلیٰ کو دیکھتا ہے۔ تو اپنی اونٹنی سے یہ کہتا ہے کہ تو اس کو سجدہ کر۔ ظاہر ہے کہ سجدہ سے یہ سجدہ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ اصل معنی اس کے یہ ہوتے ہیں۔ تذلل کے خشوع کے، عاجزی کے یا زیادہ سے زیادہ انحناء۔ لیکن شرع اسلامی کی اصطلاح میں سجود کا مطلب ہے وضع الجبھۃ علی الارض

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

۲۷ر جون ۱۹۷۶ء شام ۵ بجے راولپنڈی پریس کلب لیاقت باغ میں اسلام آباد راولپنڈی کی جمعیۃ علماء اسلام نے صوبہ پنجاب کے قابل صد احترام رہنماؤں نے استقبالیہ دیا جس میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود بطور مہمان خصوصی تشریف فرما تھے اور صدر محفل حضرت مولانا عبید اللہ انور!

اس موقعہ پر شہری امیر الحاج شیخ محمد موسیٰ جالندھری نے جو سپاسنامہ پیش مہمانوں کے حضور پیش کیا وہ درج ذیل ہے۔　　(ادارہ)

سپاس نامہ

بخدمت قائد جمعیۃ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

و

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

و

دیگر ممبران مجلس عاملہ جمعیۃ پنجاب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ہم اراکین جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی شہر آپ حضرات کو اپنے اندر پاکر انتہائی مسرت و خوشی محسوس کر رہے ہیں اور آپ کے غایت درجہ ممنون ہیں۔ کہ آپ نے انتہائی گرم موسم میں اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ نکال کر باہم مل بیٹھنے کا یہ موقعہ مہیا کیا۔

وارثانِ قافلۂ حریت!

ملتِ اسلامیہ پاکستانیہ اپنے مقدر پر جتنا بھی ناز کرے، کم ہے کہ قدرت نے آپ جیسے یگانہ روزگار اور عبقری انسان اس کی قیادت و سیادت کے لیے نامزد کر دیے۔ آپ حضرات پر ملت کا یہ اعتماد اور ان مناصب و ذمہ داریوں کو سنبھالنا مشہور اسلام دشمن مسٹر ہنٹر کے اس مشہور تاریخی فقرہ کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے جو اس متعصب انسان کے قلم سے بے ساختہ نکل گیا۔ یعنی

"یہ تحریک اپنے قائدین کی موت و حیات سے بے نیاز ہو چکی ہے۔ جب ایک قائد و رہنما دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو دوسرا خود بخود پردۂ غیب سے ظاہر ہو جاتا ہے۔"

وہ قافلۂ حق و صداقت اور مجاہدین حریت و استقلال کا وہ عظیم گروہ جس کی کڑیاں امام العلماء حضرت لاہوری، امام انقلاب حضرت سندھی، شیخ الاسلام حضرت مدنی، شیخ الہند، امام حریت مولانا محمود حسن، امام الشہداء امیر بریلوی، سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز، حکیم الامت، فیلسوف اسلام امام ولی اللہ دہلوی، اور مجددِ ملت و دین حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ اسرارہم جیسے اساطین ملت ہیں۔ اور حزب الٰہی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خود امام الانبیاء محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس کی بنیادی کڑیاں ہیں اس قافلہ کی حدی خوانی کا شرف اس دورِ شر و فتن میں آپ ہی کو حاصل ہے۔ اور یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ باید و شاید!

غازیانِ راہِ حق!

وہ آپ ہی ہیں جن کے اکابر نے ظلمت کدۂ ہند میں سکھ گردی اور فرنگی جبر و ظلم کو للکارا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مومنانہ عزیمت سے بات کی اور اپنی طویل و صبر آزما جد و جہد سے ان کو اپنی

بساط لپیٹنے پر مجبور کر دیا۔

اور ۔۔۔۔۔۔

جب ملت کی بدقسمتی سے آزادی کے بعد ایسے لوگ اس پر مسلّط ہو گئے جن کی لغت میں اسلام و استقامت اور دین و عزیمت کے نام محض نمائشی طور پر موجود تھے اور ہیں اور جنہیں ملّی و دینی اقدار سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ جن کی تعلیم و تربیت استاذ ازل کے تربیت یافتہ انگریز سامراج کی مرہونِ منت ہے حتیٰ کہ جن لوگوں کی رگوں میں شراب و کباب سے تیار شدہ خون گردش کر رہا ہے تو آپ ہی ہیں۔ جو حق و صداقت کے حقیقی علمبردار بن کر اس کے مدِ مقابل کھڑے ہیں اور ملت کو ان کی دسیسہ کاریوں اور شرارتوں سے بچانے کے لیے ہمہ تن مصروف جہد ہیں۔

قائدین محترم! یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آج محمود الملت والدین مفتی محمود وہی کردار ادا کر رہے ہیں، جو غازی اعظم محمود غزنوی اور امام حریت محمود حسن دیوبندی نے اپنے اپنے وقت میں سرانجام دیا۔ یعنی محمود غزنوی نے سومناتی فکر و نظر کو ملیامیٹ کیا تو محمود دیوبندی نے بین الاقوامی سامراج کی وسیع و عریض خطہ میں پھیلی ہوئی سلطنت کو ایک جزیرہ میں منتقل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اور آج کا محمود انگریزیت کے پروردہ غلام ذہنوں کے خلاف مصروف عمل ہے اور ہمیں یقین ہے کہ جس طرح اس کے پیش رو کامیاب و کامران ہوئے۔ اسی طرح یہ بھی کامیاب و کامران ہوگا اور یہاں کے ظلم و نفاق کا دورِ دورہ ختم ہو کر رہیگا اور بالآخر اسلامی عظمت کا آفتاب یہاں طلوع ہو کر پوری دنیا کو اپنی ضوفشانیوں سے منور کرے گا۔

محترما! یہ بات آپ سے مخفی نہیں کہ پیہم سازشوں اور منافقانہ و عیارانہ پالیسیوں کے پیش نظر ملک ایک عرصہ سے چرکے کھا رہا ہے۔ اور اس کی وحدت کو چند در چند حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد بھی سازشی ذہن مصروف عمل ہے اور وہ ظالمانہ ہاتھ ہنوز مصروف کار ہے جو اب تک کی بربادیوں کا باعث ہے۔

یہ ہاتھ بڑی چابکدستی اور ہوشیاری سے آئندہ انتخابات کے لیے زیرزمین سرگرمیوں میں ہی مصروف نہیں بلکہ اس کی سعی و کوشش کا کھلے بندوں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اس کی یہ سرگرمی محض اس لیے ہے کہ انتخابی فتح کی آڑ میں پوری ملت کے سروں اور اس کی قسمت کو عالمی سامراج کی منڈی میں نیلام کر کے بہ حیثیت مینیجنگ ڈائریکٹر یہاں ناچتا اور ٹاپتا رہے۔ ایسے میں آپ حضرات کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ جاتی ہیں۔ جن میں ابتدائی اور بنیادی ذمہ داری ملت کے وجود کا تحفظ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ آپ اپنے عظیم پیش روؤں اور رہنماؤں کے نقوشِ پائے زندگی کو اپناتے ہوئے اس میدان میں روایتی کردار کا مظاہرہ کریں گے۔

قابل صد احترام فرزندانِ ملت! اس وقت سرزمین پاکستان اور اس پر بسنے والے انسان کسی "مسیحا" کے منتظر ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اپنی مسیحائی سے یہاں طمانیت و اطمینان کا صور پھونک دے اور ہمیں یقین ہے کہ مسیحائی کا فریضہ آپ سے بڑھ کر کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ آپ کی تاریخ ہی مسیحائی سے عبارت ہے۔

منتظر نگاہوں میں مزدور، کسان، طالب علم، وکلاء، تجار الغرض ہر چھوٹے بڑے کی نگاہ شامل ہے۔ اور ہر ایک اسی کا منتظر ہے کہ دنیائے عمل میں صبح اسلام کب اور کیونکر نمودار ہوگی؟

آپ بلاشبہ قدرت کا شاہکار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ صبح اسلام کے طلوع کا انتظام قدرت آپ کے ہاتھوں کرے گی۔

یہ صحیح ہے کہ موسم ناساعد ہے ہوا ساز گار و موافق نہیں اور زمین خاصی سنگلاخ ہے۔ لیکن راہ روانِ حق و صداقت کے لیے یہ چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ موت سے کھیلنے والے رفتار کے ساتھ بحر ظلمات میں گھوڑے ڈال کر نظام عالم کو تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بار بار ایسا ہو بھی چکا ہے۔

قابلِ صد احترام رہنمایانِ قوم! اس وقت جو فوری نوعیت کا چیلنج ہمیں درپیش ہے وہ ہے

(باقی ص ۱۶ پر)

حضرت امام غزالیؒ

حافظ مشتاق احمد حلیمی ایم اے

حضرت امام غزالی کو انکشافِ حقیقت کا شوق

ابو حامد امام غزالیؒ ایک خاص قسم کا مزاج لائے تھے۔ تمام مذہبی فرقوں اور ان کے عقائد وخیالات کا بغور مطالعہ کرتے تھے۔ بغداد جو تمام دنیا کے فرقوں کا گڑھ تھا۔ جب امام صاحب وہاں پہنچے تو ہر ایک فرقہ اور اہلِ مذہب سے ملے اور ان کے خیالات دریافت کئے۔ ان فرقوں سے ملنے سے امام صاحب پر ایک خاص اثر ہوا۔ اسی گہرے اثر نے آپ کی زندگی بدل دی۔ امام صاحب نے خود منقذ من الضلال میں ان حالات کو تفصیل سے لکھا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں۔

چونکہ میری طبیعت ابتدا ہی سے تحقیقات کی طرف مائل تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ تقلید کے بندھن ٹوٹ گئے اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن میں جم گئے تھے ان کی وقعت جاتی رہی۔ میں نے سوچا کہ سبھی فرقے اس طرح کے تقلیدی عقائد رکھتے ہیں۔ درحقیقت علم یہ ہے کہ کسی طرح کے شبہ کا احتمال نہ رہے۔

اب میں نے غور وخوض شروع کیا کہ اس قسم کا یقینی علم مجھے کس حد تک ہے تو معلوم ہوا کہ صرف حسیات اور بدیہیات مگر جب غور وخوض زیادہ ہوا تو حسیات میں بھی شک ہونے لگا۔ حتیٰ کہ کسی امر کے بارے میں یقین نہ رہا۔ کم وبیش دو ماہ تک تو یہی حالت رہی۔ بعدازاں بفضلہ تعالےٰ یہ کیفیت جاتی رہی اور بعض فرقوں کے بارے میں شکوک وشبہات جوں کے توں رہے اس وقت چار فرقے موجود تھے (۱) فلاسفہ (۲) باطنیہ (۳) متکلمین (۴) صوفیاء میں نے ہر ایک فرقے کے علوم وعقائد کی تحقیق شروع کر دی۔

تصوف سب سے آخر میں، میں نے تصوف کی طرف توجہ کی۔ اس فن میں حضرت جنید، شبلی اور بایزید بسطامی کے ملفوظات کو دیکھا۔ ابوطالب مکی کی قوت القلوب پڑھی۔ چونکہ یہ فن دراصل عملی فن ہے اس لئے صرف علم سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا اور عمل کے لئے زہد و ریاضت اختیار کرنا ضروری تھا مگر نفس کسی طرح گوارا نہیں کرتا تھا کہ ایسی بڑی عظمت وجاہ کو چھوڑوں اسی لیت ولعل میں چھ ماہ گزر گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک دن وعظ کہہ رہے تھے کہ اتفاقاً ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالیؒ جو صوفی اور صاحبِ حال تھے اور یہ اشعار پڑھے۔

وَاَصبحتَ تَہدِی ولا تَہتَدِی ۔ وَتُسمِعُ وعظاً ولا تَسمَعُ

تم دوسروں کو ہدایت کرتے ہو مگر خود ہدایت نہیں پکڑتے اور وعظ سناتے ہو لیکن خود نہیں سنتے۔

فیا حَجرَ الشحذِ حتیٰ متیٰ ۔ تَسُنُّ الحَدِیدَ ولا تَقطَعُ

(اے سنگِ فساں! کب تو لوہے کو تیز کرتا رہے گا لیکن خود نہ کاٹیگا)

بالآخر میں نے سفر کا قطعی ارادہ کر لیا۔ علماء اور ارکانِ سلطنت کے بار بار روکنے کے باوجود سب چھوڑ چھاڑ کر میں دفعتاً کھڑا ہوا اور شام کی راہ لی۔

ابن خلکان کی روایت کے مطابق امام صاحب بغداد سے عجیب ذوق اور وارفتگی کی حالت میں نکلے۔ پرتکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کمبل تھا اور لذیذ غذاؤں کے بدلے ساگ پات پر گزران تھی۔

دمشق کا قیام اور مراقبہ ومجاہدہ

الغرض آپؒ ذی قعدہ ۴۸۸ھ میں بغداد سے دمشق پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہوگئے۔ روزانہ یہ شغل رہا کہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتے اور پورا پورا دن مراقبہ اور ذکر وشغل میں مصروف رہتے۔ مسلسل دو برس تک دمشق میں مقیم رہے۔ اگرچہ آپ کے زیادہ اوقات مجاہدہ ومراقبہ میں گزرتے مگر علمی مشاغل بھی ترک نہ ہوئے جامع اموی دمشق کی گویا یونیورسٹی تھی۔ اس کے غربی زاویہ میں بیٹھ کر ہمیشہ درس دیا کرتے کامل ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے احیاء العلوم اسی سفر میں تصنیف کی اور دمشق میں کتاب مذکور کو ہزاروں شائقین نے خود امام غزالیؒ سے پڑھا

دمشق سے وطن تک

دمشق میں دو برس کے قیام کے بعد بیت المقدس کا رخ کیا یہاں بھی یہی شغل رہا کہ صخرا کے حجرے میں داخل ہوکر دروازہ بند کر لیتے اور مجاہدہ کیا کرتے۔ مقام خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوکر تین باتوں کا عہد کیا (۱) کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا (۲) کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا (۳) کسی سے مناظرہ و مباحثہ نہ کروں گا۔

ایک دن حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے گہوارہ میں حضرت اسمٰعیل حاکمی ابراہیم شباکی اور ابوالحسن البصری کی معیت میں حاضر ہوئے۔ دیر تک صحبت رہی امام صاحب نے ذوق کی حالت میں یہ اشعار پڑھے۔ ؎

فدیتک لولا الحب کنت فدیتنی ۔ ولکن بسحر المقلتین سبیتنی
اتیتک لما ضاق صدری عن الھوی ۔ ولو کنت تدری کیف شوقی اتیتنی

ابوالحسن بصریؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ جس سے تمام حاضرین پر اثر ہوا۔ یہاں تک اکثر نے گریبان چاک کر ڈالے۔

اسی سفر میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ گئے۔ مدت تک مکہ میں مقیم رہے۔ پھر مصر اور سکندریہ میں بھی کافی عرصہ قیام رہا۔ پھر اہل و عیال کی کشش ہوئی۔ وطن پہنچے اور وہاں جاکر عزلت و خلوت اختیار کر لی۔ اس پورے سفر میں اگرچہ آپ پر جذب محویت کا عالم طاری رہا مگر ساتھ ساتھ علمی مشاغل کو بھی ترک نہ کیا۔ رسالہ قواعد العقائد جو علم عقائد میں ہے آپ نے اسی سفر میں بیت المقدس والوں کی فرمائش پر لکھا۔

تحقیق کے بعد پھر تدریس

انکشاف حق کے بعد آپ نے دیکھا کہ بے شمار لوگ راہِ حق سے ہٹ رہے ہیں۔ فلسفہ و عقیدت کا زور ہے۔ صحیح اسلامی عقائد سے بڑے بڑے لوگوں تک بے بہرہ دکھائی دیتے ہیں۔ اصلاح احوال کی غرض سے عزلت کو ترک کرنے کا ارادہ کیا۔ حسنِ اتفاق کہ سلطانِ وقت کا حکم بھی پہنچ گیا کہ بلا تاخیر نظامیہ کی مسندِ درس کو زینت بخشے۔ چنانچہ صوفی احباب کے مشورہ سے عزلت کو چھوڑ کر ذوالقعدہ ۴۹۹ھ میں نظامیہ میں مسندِ درس کو زینت بخشی۔ پورے ذوق و شوق سے باطنیوں اور حلولیوں کا رد کرتے رہے اور لوگوں پر حقیقی اسلامی تصوف کی حقیقت واضح کرتے رہے۔ آپ کے اس زمانے کے لیکچرز ذوق کی کیفیت کی چاشنی کی ملاوٹ کی وجہ سے پُر تاثیر نظر آتے ہیں۔

نظامیہ سے کنارہ کشی اور مدرسے اور خانقاہ کا قیام

نظام الملک طوسی کا سب سے بڑا بیٹا فخر الملک جو سنجر سلجوقی کا وزیر اعظم تھا۔ وہ نہایت علم دوست اور مردم شناس تھا۔ امام غزالیؒ کے نظامیہ میں دوبارہ مدرس ہونے کے سلسلے میں فخر الملک کی استدعا اور کوشش بھی شامل تھی۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا ہے کہ فخر الملک ۵۰۰ھ محرم میں ایک باطنی کے ہاتھوں شہید ہوا۔ غالباً اس کی شہادت کے تھوڑے ہی دن بعد امام صاحب نے عہدہ تدریس سے کنارہ کشی کر کے طوس میں خانہ نشینی اختیار کی۔ گھر کے پاس ہی ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں آخری وقت تک ظاہری و باطنی دونوں علوم کی تلقین کرتے رہے۔ نظامیہ سے علیحدگی کے بعد آپ کو سہ بارہ اس سے منسلک کرنے کی خلافت و سلطنت سے بھرپور کوششیں ہوتی رہیں مگر آپ اس گوشۂ عافیت سے مطلقاً باہر نہ نکلے۔

انتقال پُر ملال

امام غزالیؒ ۱۴ر جمادی الثانی ۵۰۵ھ بروز سوموار صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا "آقا کا حکم سر آنکھوں پر" یہ کہہ کر آپؒ نے پاؤں پھیلا دیئے۔ لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔ طاہران میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

صرف پچپن برس کی عمر میں خدا کا یہ انعام مٹی میں جاکر اشکبار آنکھوں کے سامنے ابدی نیند سو گیا۔ آپ کی اولاد کوئی نہ تھی۔ چند لڑکیاں تھیں۔ صرف ایک نام ملتا ہے جو ست المنی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے۔

تصوف پر آپ کی تصانیف

تصانیفِ کتب کے لحاظ سے اس وحید العصر کی حالت نہایت حیرت انگیز ہے ۲۰ برس کی عمر سے تصنیف کا مشغلہ شروع ہوا۔ دس گیارہ برس صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی میں گزرے۔ کبھی کسی زمانے میں شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے کم نہیں رہی فقر و تصوف کے مشاغل جدا ہیں۔ اس سب کے باوجود اس مختصر عمر میں سینکڑوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں۔ جن میں بعض کئی کئی جلدوں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

اسلام میں عورت کا مقام

حافظ غلام الرحمٰن دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ انثیٰ فلم یادھا ولم یُھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الذکور ادخلہ اللہ الجنۃ رواہ ابوداؤد۔

شریعت خداوندی نے عورت کو اس مقام پر فائز کیا ہے۔ اس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی وہ عورت جو معاشرہ میں بے قدر اور ذلیل وخوار تصور کی جاتی تھی گھر میں ایک اجنبی اور ناآشنا فرد کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی۔ میراث سے محروم ہوا کرتی تھی غرضیکہ لوگوں کی نظروں میں یہ نوع انسانی گری ہوئی تھی۔ اور ان سے حیوانوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ اسلام سے قبل عورت کے ساتھ اس غنا نہیا داستان کو چھوڑیئے بلکہ موجودہ دور میں بھی عورت کی پیدائش کو وبال اور بدبختی تصور کیا جاتا ہے اگر لڑکی جنم لیتی ہے تو گھر میں خوشی کی جگہ کہرام مچ جاتا ہے اور اس خداداد خوشی کی جگہ گھر کے تمام افراد کی خوشی رنج وغم میں تبدیل ہو جاتی ہے جیساکہ ارشاد ربانی ہے۔ واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہ الایۃ جب آدمی کو پتہ چل جائے کہ بھیا تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ تو غم کی وجہ سے چہرہ کالا ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں عورت کا کچھ مقام بھی نہیں اور یہ کیا بلکہ عورت کو قبل از اسلام زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ حالانکہ سخت ترین اور بدترین دشمن کو بھی انسان زندہ درگور کرنا گوارا نہیں کر سکتا لیکن وہ اتنے سنگدل تھے کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔ اگر ان کے وحشیانہ سلوک سے کوئی لڑکی بچ جاتی۔ تو وہ معاشرہ میں بہت بُرے سلوک کا شکار ہوتی۔ اگر باپ یا خاوند مرجاتا تو عورت کو میراث میں حصہ دینا درکنار بلکہ الٹا میراث میں عورت پر قبضہ جما لیتے۔ چوپایوں کی طرح عورت کو بھی اپنے قبضہ میں لیتے اور ایام مخصوصہ میں عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ عورت کے ساتھ رہنا سہنا اور کھانا پینا کیا بلکہ عورت کو اس حالت میں گاؤں سے باہر بھیج کر روٹی دور سے اس کے سامنے پھینک دیتے۔ عورت کے ساتھ ملنا جلنا بدترین خیال کرتے تھے۔ معاشی حالت میں عورت کا یہ مقام تھا۔ کہ عورت سارا دن مردوں کے ساتھ کھیتی باڑی کے کام وکاج میں مصروف رہتی اور پردے کا انتظام سرے سے مفقود تھا۔ کسی سے پردہ نہیں تھا۔ جب اسلام کا سورج طلوع ہوا محمد عربیؐ اسلام کا پیغام دنیا میں لائے۔ اور عرب کے وہ قوم جو کفر وشرک کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انہوں نے ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ کے مشن پر عمل کیا۔ تو ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے وہ حقوق لائے جن کی وجہ سے عورت کو معاشرہ میں نوع انسانی کا ایک فرد اور جزو لاینفک قرار دیا۔ جاہلیت کے تمام غلط رسم و رواج مٹا دیئے اور عورت کو زندگی کے ہر شعبہ میں حصہ رسدی عطا کیا۔ لیکن ان حقوق کو مسلمان قوم نے چھوڑ کر اس کے برعکس یورپ کی گندی تہذیب کو اپنایا۔ اور عورت کے حقوق اس سے چھین لئے گئے۔ جس کے نتیجے میں عورت آج یہ نعرہ لگا رہی ہے کہ ہم اور مرد ایک ہی گاڑی کے پہیئے ہیں۔ ہمارے بغیر مرد کسی کام کی تکمیل نہیں کر سکتا یہ عورت کی حماقت اور نادانی کی ایک ظاہر نشانی ہے۔ بہرحال اس پر بحث بعد میں کی جائے گی۔ غرض یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو ان تمام ظلموں سے نجات دلائی۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے پر سخت سزا سنا دی گئی۔ فرمایا المسودۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ الایۃ اور احادیث میں سخت وعیدیں آئیں۔ کہ خبردار عورت کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کبھی بھی نہ کرو اور جس نے بھی ایسا کیا تو کل قیامت کے روز خداوند تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہوگا اور قیامت میں اسی گناہ کا سزاوار ہوگا۔ بہرحال اس قانون کی اس

دفعہ سے عورت کی زندگی کی حقیقت نمایاں طور پر لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔ اگر اس کی تخلیق پر کوئی ناراضگی کا اظہار کریں تو اس کی بھی نشان دہی کر دی گئی کہ یخلق ما یشاء یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشاء الذکور یہ خلقت ربانی ہے اسی کی مرضی ہے جو چاہے پیدا کرتے ہیں۔ کسی کو بیٹے سے نوازتا ہے اور کسی کو بیٹی سے اسی پر شکر کرنا چاہیئے۔ ورنہ ویجعل لمن یشاء عقیما۔ چنانچہ عورت کی پیدائش کو اسلام نے باعث خوشی قرار دیا۔ اور لوگوں کو شکریہ ادا کرنے کے لئے عقیقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ کہ بیٹا ہو یا بیٹی عقیقہ کرنا چاہیئے آگے چل کر عورت سے حیوانوں جیسے سلوک کی تردید کی گئی وہ عورت جو میراث سے محروم رکھی جاتی تھی۔ اور بسا اوقات یہ عورت خود میراث بن جاتی تھی۔ اسلام نے اس کی سختی سے مخالفت کی عورت کو خاوند کے مرنے کے بعد اجازت دے دی گئی کہ جاؤ جہاں بھی چاہو۔ جس سے چاہو ایام عدت کے بعد اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہو اور عورت کو میراث سے محروم کرنا جرم عظیم قرار دیا گیا وہ عورت جو کہ میراث میں لابشرط شئی کے درجہ میں تصور کی جاتی تھی۔ میراث میں ذو الفروض بنا کر للذکر مثل حظ الانثیین فرمایا گیا۔ یعنی عورت کو مرد کے حصہ کے نصف ملے گا۔ علمائے کرام اس کا فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں کہ عورت کو نصف حصہ اس لئے ملا کہ وہ جب والدین کے گھر ہو۔ تو اس کا نفقہ والدین کے ذمہ ہے اور جب خاوند کے گھر آ جائے تو نفقہ خاوند پر واجب اور لازم ٹھہرا دیا گیا اور اگر ایسی کوئی صورت پیش آ جائے کہ والدین اور خاوند کا سہارا نہ رہے۔ تو اس نصف حصہ پر گزارہ کریگی ایام مخصوصہ میں اس بے جا نفرت کو ختم کر کے محبت کی ترغیب دلائی گئی۔ البتہ یہ ایام چونکہ گندگی کے ایام ہیں۔ اور نفس کو فطرتی طور پر گندگی سے نفرت ہوتی ہے اس لحاظ سے انسان کو ہمبستری سے منع فرما دیا ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء کہ یہود جیسے اخلاق اور کردار سے پرہیز کرو۔ عورتیں ان ایام میں گھر سے باہر نہ بھیجیں۔ بلکہ گھر میں رکھ کر ہمبستری سے اجتناب کرو۔ الغرض عورت کی زندگی کے ہر ایک پہلو کا خیال رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن جہاں بھی کھولیں۔ اور جہاں عورتوں کے حقوق کا مسئلہ آتا ہے تو یہی حکم ہوتا ہے کہ اللہ سے ڈر کر عورت کے حقوق کو پورا ادا کرو اور واتقوا اللہ کا حکم بار بار آتا ہے۔ سورۃ نساء

اس کا ظاہری ثبوت ہے کہ ہر ایک مقام پر عورت کے حقوق میں تقویٰ من اللہ کا حکم فرمایا۔ کیونکہ لوگ اس میں زیادہ سست ہوا کرتے ہیں۔ اور اکثر لوگ عورتوں کے حقوق پامال کرتے تھے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے ڈرو اور عورتوں کے حقوق کا پورا خیال رکھو۔ تعدد ازواج مرد کی استطاعت پر موقوف کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اسلام نے عورت کو پورے حقوق دیئے ہیں۔ آج کل برائے نام مسلمان جو کہ عورت کے حقوق کا نعرہ لگاتے ہیں اخباروں اور رسالوں میں بار بار اس پر نوٹ لکھتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کو مدنظر رکھتے ہوئے تعدد ازواج پر پابندی لگا دی جائے گی۔ یہ ان لوگوں کی بے جا اور بے محل گفتگو ہے آج سے چودہ سو سال قبل معادی حقوق النسا کا مسئلہ مفصل طریق سے بیان کیا ہے اور عورت کو اختیار دیا ہے کہ اگر عورت کے حقوق مرد ادا نہ کرے تو عورت قاضی کی مجلس میں اپنا مطالبہ لے جا سکتی ہے اور عدالت میں مقدمہ درج کرا سکتی ہے اور اپنے حقوق پورے کے پورے مانگ سکتی ہے۔ بہرحال جہاں تک عورت کے حقوق کا مسئلہ ہے تو اسلام نے انہیں پوری تفصیل سے بیان کیا ہے آج کل کے جاہل نما پڑھے لکھوں کو کیا معلوم جو محض زبان سے اسلام اسلام کا نام لیتے ہیں اور اسلام کی آڑ میں عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر اسلام کی کوئی بات پوچھنی ہو تو علماء سے پوچھنی چاہیئے جن کی زندگی علم دین کی خاطر قربان ہوتی ہیں جن بزرگوں نے اپنی جان و مال کو اسلام کی خاطر قربان کیا ہے۔ اگر اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہے تو اس کے لئے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مولانا بنوری صاحب اور حافظ الحدیث درخواستی صاحب اور مفکر اسلام مفتی محمود جیسے لوگ مستند ہیں۔ ان بے چاروں کو اسلام کے قوانین کا کیا پتہ ہے جن کی زندگی فلم اور ٹی۔ وی کی افتتاح اور نمائشوں میں صرف ہوتی ہے اسلام نے کس قدر احسن طریقے سے عورتوں کے حقوق بیان کئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی جہالت کی وجہ سے اسلام پر بے بنیاد الزامات لگائے جاتے ہیں۔ دنیا کا کوئی مذہب کوئی شریعت کوئی ملت بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا کہ جس میں اسلام سے زیادہ حقوق عورت کو دیئے گئے ہوں قبل از اسلام عورت کی مظلومانہ زندگی کو اسلام نے ختم کر ڈالا اور اچھی زندگی کا موقع مہیا

کیا۔ وہ عورت جوکہ بے پردہ پھرتی تھی اسلام نے بے حجابی اور بے پردگی اس کے حق میں جرم قرار دی - ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے ان کے لباس چلنے پھرنے اور گفتگو کے آداب و طریقے مقرر کر دیئے تاکہ کسی طرح بھی بد باطن اور نفس پرستوں کی ناپاک نظروں اور توجہات کا رخ بھی کسی صاحب ناموس خاتون کی طرف نہ ہو سکے - پردے کو اسلام میں فرض قرار دیا گیا - اور آیت اتری کہ اگرچہ آج تک یہ عورتیں بے پردہ پھرتی تھیں اب ان کو بے پردگی کی اجازت نہیں بڑے زور و شدت سے قرآن بے پردگی کی مذمت کر رہا ہے یا ایھا النبی قل لازواجک و بناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ حافظ ابن کثیر جوکہ ایک بلند پایہ مفسر ہیں جن کی تفسیر لوگوں کی نظروں میں مقبول و منظور ہے اس آیۃ کریمہ کے شان نزول میں فرماتے ہیں۔ کہ جاہلیت کے زمانے میں عورت بے پردہ نکلا کرتی تھی اور حق تعالیٰ شانہ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ باہر باپردہ نکلا کریں تاکہ وہ کافر عورتوں سے ممتاز ہیں۔ معلوم ہوا کہ اگر ایک عورت مسلمان ہو اور اسلام کا دعوٰے کرنے والی ہو۔ تو وہ عورت بہرحال پردہ اختیار کرے گی اور مسلمان عورت کا شیوہ اور نشانی پردہ ہے لیکن افسوس آج کل کے وہ بڑے بڑے رہنما جو اپنے آپ کو قائد و رہنما عوام بنے پھرتے ہیں - ان باحیاء عورتوں کو اس پر ابھارتے ہیں کہ پردے کی کوئی ضرورت نہیں پردہ کہاں سے آیا - توڑ دو اس پردے کو آؤ باہر نکلو اپنے حقوق کا مطالبہ کرو - پردے کی کوئی ضرورت نہیں ہم سب بہن بھائی ہیں - واہ افسوس اسلام کی آڑ میں یورپی تہذیب پھیلانے والے کب تک عوام کو یہ دھوکہ دیتے رہیں گے کیا ان لوگوں کو ان علماء کا پتہ نہیں جن کے ہر ایک قطرہ خون اور جسم کے ہر رگ و ریشے میں اسلام نے حلول کیا ہے - وہ حق پرست علماء جاگ رہے ہیں اور ایسی دھاندلی برداشت نہیں ہوگی - کیا ان کا یہ دھوکہ (کہ ہم سب بہن بھائی ہیں۔ پردے کو توڑ دو) کسی حقیقت کا حامل ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ان کے دھوکے سے اسلام کا پردہ ختم نہیں ہو سکتا۔ کہاں تک یہ بات ٹھیک ہوگی کہ ہم سب ایک ہیں - حجاب کو ختم کرو جب کہ امہات المؤمنین کے بارے میں بھی امت کو پردے کا حکم دیا گیا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی آبا ہیں

اور آپ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں جیساکہ ارشاد ربانی ہے - النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم لیکن باوجود ماں ہونے کے ارشادی خداوندی ہے - واذا سألتموھن متاعاً فاسئلوھن من وراء حجاب کہ اپنی ماؤں کے سامنے پردہ کے بغیر مت آؤ جب امہات المؤمنین کے ساتھ یہ معاملہ ہے - تو دوسرا کون ہے جو نامحرم عورتوں کو بہن بھائی پکار کر پردے کو ختم کرے - اسلام نے عورت کو گھر کی چار دیواری میں رہنے کا حکم دیا۔ کہ اندر رہو۔ باہر مت نکلو۔ باہر تیری کوئی ضرورت نہیں۔ کمانا ہو تو مرد کمائے گا۔ مزدوری کرنا ہو تو مرد ہی کرے گا - مرد پر عورت کا نان و نفقہ واجب ہے جہاں سے بھی ہو - عورت کے لئے وقت کی روٹی پیدا کرے گا۔ اور اگر خاوند انکار کرے کہ میں نان و نفقہ نہیں دیتا - تو عورت قاضی کے پاس اپنی شکایت لے جا سکتی ہے چنانچہ صاحب ہدایہ کا قول ہے ویحبس الرجل فی نفقۃ زوجۃ یعنی قاضی خاوند کو عورت کے نان و نفقہ سے انکار پر قید کرائے گا - یہاں تک کہ خاوند اقرار اور عہد کرے کہ میں اپنی عورت کو نان و نفقہ دوں گا - یہ وہ حق ہے جس کو عورت طلب کر سکتی ہے - اور اگر اسلامی مساوات ہے تو اسلامی مساوات کا یہی معنی ہے کہ عورت کو عورت کا عطا کردہ حقوق دو - اور مرد کو مرد کے عطا کردہ حقوق دو - اسلامی مساوات کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو ننگا کر کے میدان میں لاؤ - دفتروں اور عدالتوں میں ان کو حصہ دار بناؤ - اور عورت کو یہ تعلیم دو - کہ تیرے بغیر یہ گاڑی نہیں چل سکتی - آؤ میدان میں نکلو - مرد سے مقابلہ کرو - یہ اسلامی مساوات کے عین منافی ہے - یہ تو عورت کو حیا کی زندگی سے نکالنا ہے - اور وہ زندگی جس میں یہ حیا کی زندگی بسر کرتی تھی - اس زندگی سے محروم کرنا ہے - دوسرے الفاظ میں یہ تو زنا کے اڈے کھولنے ہیں - کہ چلو دفتروں میں غیر محرم آدمیوں سے بیٹھو اور جو کچھ مرضی ہے۔ کرو آج ہمارے سامنے اس کی واضح اور بین ثبوت وہ یورپین ممالک ہیں - جن میں عورتوں کو یہ حقوق دیئے گئے ہیں - ازدواجی تعلقات ان میں بالکل ختم ہیں حیا کا تو نام و نشان ہی نہیں - بازاروں، سڑکوں اور راستوں پر بغیر شرم و حیا کے وہ لوگ زنا جیسے جرم میں ملوث ہیں - ہمارے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب زروبی

کبھی کبھی یہ فرماتے رہتے ہیں۔ کہ یورپ والے بڑے ہوشیار ہیں انہوں نے عورت کو یہی حقوق دیئے کہ مرد کے مساوی بنایا تو اس میں ان لوگوں نے دو فائدے حاصل کئے۔ ایک یہ کہ عورت کی ذمہ داری کو اپنے آپ سے ہٹا دیا۔ عورت کو اپنی زندگی کا خود کفیل بنا کر مرد سے نان و نفقہ کا بوجھ اتار دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ عورتوں کو میدان میں نکال کر زنا عام کر دیا۔ اور ہر عورت جس سے چاہے دوستی کا تعلق رکھ سکتی ہے۔ جس کے نتیجے میں زنا کی عمومیت سے توالد و تناسل کے سلسلے کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر آخر کار یہ لوگ بھی تنگ آ گئے۔ اور خاندانی منصوبہ بندی ایجاد کرنے لگے۔ تاکہ زنا کا یہ ثمرہ اتنا ظاہر نہ ہو۔ بہرحال ان عیش پرست لوگوں کے نظام کو مسلمانوں نے اپنایا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ضابطہ حیات کو پس پشت ڈالا۔ اور عورت کو اس حیا کی زندگی سے نکال کر بے پردگی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اور پردے کو ایک گھونسلے سے تعبیر کرنے لگے یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلامی مساوات ہمیں یہ درس ہرگز نہیں دیتا۔ بلکہ اسلامی مساوات یہی للکارتا ہے کہ عورت پردے میں رہ کر انسان بننے کے کارخانے کی حفاظت کرے۔ حقیقت میں عورت کا بہت اونچا مقام ہے۔ انسانی کارخانے میں یہ بحیثیت ایک منیجر ہے۔ عورت کو اپنی اس انسانی کارخانے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ اچھے بچے پیدا کر کے قوم کی خدمت اور دین کی تابعداری کا درس ان بچوں کو دے۔ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو بھی بے جا استعمال نہ کرے۔ غیر محرم آدمیوں سے اپنی آپ کو اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھے۔ کبھی ایسا کام نہ کریں، جو خاوند کے لئے بے حیائی اور بے شرمی کا باعث بنے، خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کا یہ منشا تھا۔ کہ عورت کو کسی چیز کے لئے باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔ اور عورت کو باہر جانے کا کسی حالت میں اجازت نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ کہ عورت مسجد میں جا کر (جن میں ایک نماز ستائیس نمازوں کا مساوی ہے) نماز ادا کرے۔ بہر تقدیر شریعت نے اس قدر تنگی تو نہیں رکھی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت مسجد میں جائے تو کسی قسم کی زیب و زینت استعمال نہ کرے۔ الغرض اسلام نے عورت کو بہت بلند مقام سے سرفراز کیا ہے۔ صرف اسلام سے ناواقفی پر آج عورتیں اپنی آزادی کا مطالبہ کر کے اسلام پر کئی قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ خدا ہماری ان ماؤں اور بہنوں کو راہ راست پر لائے۔ اور دین کی سمجھ کی توفیق عطا فرما دیں۔ آمین

بقیہ : سپاسنامہ

مدارس و مساجد کا تحفّظ! کیونکہ یہ ادارے ہر دور میں آزادی و حریت کے مراکز رہے ہیں اور بالخصوص برصغیر میں تو حریت و آزادی کا تمام تر تعلق ان اداروں سے رہا ہے اس لیے ان اداروں کی بربادی کے لیے اور مذہبیہ کی بے معنی وزارت اور اوقاف رسوائے زمانہ محکمہ کی ملی بھگت گوجرانوالہ میں مسجد نور و مدرسہ نصرۃ العلوم میں ٹسٹ کیس میں مصروف ہے۔ لیکن ہمیں ان اداروں کا بہر طور تحفظ کرنا ہے اور ہمیں یقین ہے اور آپ کی بیدار مغز قیادت اس مسئلہ کو مکمل طریق سے حل کرا کے چھوڑے گی۔

ہم کارکنان جمعیۃ راولپنڈی شہر آپ کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کو اپنے مخلصانہ تعاون کا یقین دلاتے ہیں اور آپ پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں جہاں بھی اور جب بھی پکارا ہم انشاء اللہ حاضر ہوں گے اور کسی امکانی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری رہنمائی کے لیے تا دیر صحت و سلامتی سے رکھے اور ہمیں استقامت کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

ع — ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم ہیں آپ کے اراکین جمعیۃ علماء اسلام راولپنڈی اسلام آباد

بقیہ : امام غزالی رحؒ

میں ہیں جو تصنیف ہے اپنے باب میں بے نظیر ہے۔

علم تصوّف پر بھی آپ نے بے بہا خزانہ چھوڑا ہے۔ ان میں سے احیاء العلوم بھی آپ کی طرح وحید العصر ہے علاوہ ازیں اور بھی لا جواب قسم کی کتابیں تصوف پر ہیں۔

مثلاً رسالہ لدنیہ، کیمیائے سعادت، مشکوٰۃ الانوار فی لطائف الاخبار، معراج السالکین، المقصد الاقصیٰ، جواہر القرآن، جواہر القدس فی حقیقۃ النفس منہاج العابدین، ایہا الولد، ہدایۃ الہدایۃ، نصیحۃ الملوک، منقذ من الضلال وغیرہ۔

ثمرات الاوراق

مسلسل

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل صاحب

ایک بت پرست کی اسلام لانے کے بعد عجیب ایمانی کیفیت

عبدالواحد بن زید فرماتے ہیں۔ ہم کشتی میں سوار تھے۔ سخت طوفان آیا ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بت پرست بھی موجود تھا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو اُس نے بُت کی طرف اشارہ کیا ہم سب کو صدمہ ہوا اور اس کی موجودگی کو منحوس سمجھا اس نے پوچھا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو ہم نے کہا۔ **الذی فِی السّماءِ عرشہ و فی الارض سلطانہ و فی الاحیاء والاموات قضاؤہٗ.**

ترجمہ: اللہ وہ ذات ہے جس کا عرش آسمانوں پر ہے۔ اور زمین پر اس کی سلطنت ہے اور زندوں مردوں پر اس کا فیصلہ ہی نافذ ہے

کہا اس کے متعلق تمہیں کیسے پتہ چلا۔ کہا ہمارے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو متعارف کیا اور خود اللہ سے جا ملے کہا اُن کی کوئی نشانی تمہارے پاس موجود ہے۔ ہم نے قرآن کا حوالہ دیا کہا مجھے ذرا دکھلاؤ دیکھنے کے بعد کہا کہ مجھے اس میں کچھ سناؤ جب قرآن سنا تو رونے لگا۔ پھر کہا اس کتاب والے کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ مسلمان ہوگیا اور دین سیکھنا شروع کر دیا۔ جب رات ہوئی تو ہم نماز پڑھ کر سونے لگے تو اس نے استفسار کیا کہ جس اللہ سے تم نے مجھ کو متعارف کرایا ہے وہ سوتا بھی ہے ہم نے کہا نہیں اُس کی شان یہ ہے **لا تاخذہٗ سِنَۃٌ وَّلا نوم**۔ کہا یہ بہت بڑی بات کہ آقا جاگ رہا ہوا اور خادم سو جائیں۔ ہم اس جملہ سے بہت حیران ہوئے۔ جب ہم اباوان پہنچے تو ہم نے روپے اکٹھے کر کے اس کو دینے لگے تو کہا افسوس صد افسوس سمندر میں تو صنم پرست تھا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ضائع نہیں ہونے دیا اب کیسے ضائع کرے گا۔ جب کہ میں نے اس کو پہچان کیا ہے چند دنوں کے بعد اس پر سکرات الموت طاری ہوئیں تو ہم حاضر تھے۔ اس سے پوچھا کوئی خواہش کوئی وصیت کوئی فرمائش جواب میں کہا حسبی اللہ بیٹھے بیٹھے مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت باغ میں بہترین محل ہے اس میں ایک تخت پر حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی ہے مجھے کہنے لگی اس کو جلدی لے آؤ فوراً جاگ اٹھا تو دیکھا وہ فوت ہو چکا تھا فوراً تجہیز تکفین کر دی اس کو سپردِ خاک کیا رات کو دیکھتا ہوں کہ وہی حسینہ اس کے پہلو میں بیٹھی ہوئی ہے اور یہ پڑھ رہا ہے۔

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ترجمہ: اس صبر کے صلے میں تم پر سلامتی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ سو اس عالم میں تمہارا انجام بہت خوب ہے

(الموردُ العذاب لابن الجوزیؒ)

اطباء کے حیرت انگیز معالجات

حکیم علوی خان صاحب کے معالجات میں سب سے زیادہ مشہور قصہ نادر شاہ کے دردِ سر کا علاج ہے۔

(۱) کہتے ہیں کہ ایک دن نادر شاہ نے علوی خان کو بلایا اور کہا کہ مریض ہوں علاج کرو مگر شرط یہ ہے کہ میں نہ کوئی دوا پیوں گا۔ اور نہ بیرونی طور پر۔۔۔۔ کوئی

ضماد لگاؤں گا۔ حتیٰ کہ نبض تار ورہ تک نہ دکھاؤں گا۔ ان سب باتوں کے باوجود مجھے ہو جانی چاہیے۔ علوی صاحب نے تعمیل حکم میں کہہ تو دیا انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔ لیکن اس حکم ناداری سے مضطرب ہو گئے چونکہ خدا داد عقل و ذہن پایا تھا۔ دربار سے اٹھتے وقت بادشاہ کے چہرے پر غائر نظر ڈالے۔ تو دیکھا کہ آنکھیں سرخ ہیں چہرے پر پیوست و بد مزاجی کی کیفیت پیدا ہوئی اس روز گرمی بھی شدت کی تھی۔ فوراً تاڑ لیا کہ بادشاہ دردِ سر میں مبتلا ہے۔ اٹھتے ہی قبل اس سے عرض کی اجازت ہو تو فدوی گھر جاکر علاج کی تدبیر کرے۔ نماز ظہر پڑھ کر بارگاہ عالی میں حاضر ہو گا۔ اور خدمت سلطانی بجا لائے گا۔ حکیم صاحب نے دربار سے آکر نماز ادا کی اور خدمت گار کو حکم دیا کہ وہ اس عرصہ میں خس دا گلاب کا پنکھا تیار کر رکھے اور اس پر عطر حُسن بھی چھڑک دے۔ نماز سے فارغ ہو کر علوی خان اس کو لے کر نادر کے پاس گئے۔ اور عرض کی کہ علاج کی تدبیریں کر رہا ہوں مجھے پنکھا نہایت اچھا جھلنا آتا ہے۔ اس لئے علاج شروع کرنے تک ناچیز کو اجازت دی جائے کہ پنکھا جھلنے کا شرف حاصل کر سکے۔ اجازت ملنے پر حکیم صاحب پنکھا جھلنے لگے۔ جس کے پھولوں کی خوشبو ہوا کے ساتھ بادشاہ کے دماغ میں پہنچنے لگی اور عطر کے قطرے غیر محسوس طریقہ پر اس کے چہرہ اور پیشانی پر پڑنے لگے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ روح اور قلب کو فرحت پہنچی۔ اور بادشاہ پر غنودگی کے آثار طاری ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ نہایت غفلت کے ساتھ سو گیا۔ ادھر علوی خان نادر کو سوتا پا کر اپنے خیمے میں واپس چلے آئے۔ بادشاہ بیدار ہوا تو درد کا مطلق اثر نہ تھا۔ حکیم صاحب کو بلا کر اس کی دانائی کی بے حد تعریف کی۔

(۲) مؤلف وقائع نادر لکھتا ہے کہ نادر کی بیگم کو ایک خاص مرض یہ لاحق ہو گیا تھا۔ کہ ایک طرف کا پستان متورم اور بہت سخت ہو گیا تھا۔ اور بیگم بضد تھیں کہ کسی کو نہ دکھاؤں گی۔ علوی صاحب کو یہ روئداد سنائی گئی۔ انہوں نے علاج پر آمادگی ظاہر کی۔ اور کہا کہ فلاں کمرہ میں باریک میدہ بچھا دیا جائے۔ اس کی تعمیل ہوئی تو بیگم صاحبہ سے خواہش کی۔ کہ وہ ایک مرتبہ ننگے پیروں سے گزر جائیں جب دو پیر رکھتی ہوئی گزر گئیں تو حکیم صاحب نے نشانات قدم کا بغور معائنہ کیا اور پیر کی رگ پہچان کر اسی نقشِ قدم پر لوگوں کی نظریں بچا کر ایک نشتر چھپا دیا۔ اور دوبارہ عرض کی کہ ایک بار بیگم صاحبہ اس پر سے تشریف لے جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ سابقہ نشانات پر ہی قدم جما کر چلیں۔ بیگم نے ایسا ہی کیا۔ جہاں نشتر چھپا تھا۔ وہاں پیر رکھتے ہی وہ چبھ گیا بیگم چیخ مار کر فوراً گر پڑی۔ لونڈیاں دوڑی آئیں اور نشتر کو نکال لیا۔ اس تدبیر سے غالباً حکیم صاحب کا مقصد فصد کھولنا تھا۔ جو پورا ہو گیا۔ ورنہ بیگم یوں ہرگز فصد کے لئے راضی نہ ہوتیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ازالہ مرض ہو گیا۔

ابو نصر فارابی

محمد نام ابو نصر کنیت الفارابی نسبت ہے۔ شہر فاراب کی طرف جو ترکستان میں کاشغر کے قریب واقع تھا۔ فارابی جب دمشق پہنچا تو سیف الدولہ کی علم پروری و قدردانی نے اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا بیان کیا جاتا ہے کہ جب الفارابی پہلی مرتبہ سیف الدولہ کے دربار میں کہ جو ہر علم و فن کے فضلاء کا ایک عظیم الشان مجمع ہوتا تھا داخل ہوا تو وہ جیسا کہ اس کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ ترکی لباس میں ملبوس تھا۔ دربار میں پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ سیف الدولہ نے اس سے بیٹھنے کو کہا تو الفارابی نے جواب دیا کہ میں آیا اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھوں یا تیرے استحقاق کے مطابق اس پر سیف الدولہ نے جواب دیا کہ تو اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھو۔ تب فارابی تمام حاضرین دربار کی صفیں چیرتا ہوا مسند شاہی کی جانب بڑھا یہاں تک کہ مسند تک پہنچ کر سیف الدولہ سے مزاحم ہوا اور اُس کو ہٹاتے ہٹاتے بالکل مسند سے علیحدہ کر دیا اور خود اُس پر بیٹھ گیا۔ سیف الدولہ کے بہت سے خدام تھے۔ جو اس کی پس پشت مستعد کھڑے رہتے تھے۔ اور ان سے ایک خاص بات زبان میں گفتگو کیا کرتا تھا۔ جس کو

سوائے ان کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا۔ سیف الدولہ نے فارابی کی اس گستاخی پر اپنی اس مخصوص زبان میں اُن سے کہا کہ اس شیخ نے سوء ادبی کی ہے اس لئے میں اس سے بعض اشیاء کے متعلق سوال کرتا ہوں۔ اگر وُہ ان کا جواب نہ دے سکا۔ تب تم اس کو احمق بنانا۔ اس پر فارابی نے فوراً اسی زبان میں سیف الدولہ سے کہا۔ اے امیر صبر کر۔ سیف الدولہ کو اس کی اس گفتگو سے نہایت تعجب ہُوا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس زبان کو جانتے ہیں۔ تب فارابی نے کہا کہ میں ستّر زبانوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس سے سیف الدولہ کے دل میں اسکی عظمت قائم ہو گئی اور پھر فارابی دربار کے تمام حاضر علماء کو مخاطب کر کے ہر علم و فن میں گفتگو کرنے لگا۔ اُس کا کلام ہر اُن سب کے کلام پر برابر فوقیت حاصل کرتا رہا یہاں تک کہ وُہ سب خاموش ہو گئے۔ اور یہ تنہا بولتا رہا اور اُن سب نے اس کی تقریر کو لکھنا شروع کر دیا اور اس کے بعد سیف الدولہ نے حاضرین دربار کو رخصت کیا۔ اور اس کے ساتھ تخلیہ کر کے کہا کہ آپ کچھ کھائیں گے۔ فارابی نے کہا نہیں، پھر اس نے دریافت کیا۔ کیا کچھ پئیں گے۔ الفارابی نے کہا نہیں، پھر اُس نے دریافت کیا تو پھر کچھ سنیں گے فارابی نے جواب دیا کہ ہاں، تب سیف الدولہ نے غلاموں کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور اُن میں سے اس فن کے ماہر حاضر ہوئے ان غلاموں میں سے ہر ایک نے اپنے باجے کو بجایا ہی تھا کہ الفارابی نے فوراً ان کی عیب جوئی کی۔ اور اس کی غلطی بتلائی۔ اس پر سیف الدولہ نے اس سے دریافت کیا۔ کیا آپ اس فن کو جانتے ہیں۔ اُس نے کہا ہاں اور پھر ایک خریطہ نکال کر اس میں سے ایک عُود رباجہ نکالا۔ اور اس کو خاص ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین ہنسنے لگے۔ پھر اس نے اس کو توڑ کر دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا۔ جس سے جملہ حاضرین رونے لگے۔ پھر اس نے اس کو توڑ کر تیسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے تمام حاضرین حتیٰ کہ دربان متحیر ہو گئے اور فارابی انہیں اس حالت میں چھوڑ کر چل دیا

(ابن خلکان - جلد دوم صفحہ مطبوعہ مصر)

ذاتی شہرت اور خوشنودی الٰہی میں فرق

ایک روز سُلطان جلال الدین خلجی فیروز شاہ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس نے غیر مسلم مغلوں سے بڑی بڑی معرکہ آرائیاں کی ہیں اور ان کی شر سے مسلمانوں کو بچایا ہے اگر مسجد کے امام منبر پر اس کو المجاہد فی سبیل اللہ کے لقب سے یاد کریں تو بے جا نہ ہو گا اس نے ایک دن اپنی بیوی ملکہ جہاں سے کہا جب علماء اور قاضی کسی موقع پر اس کے پاس آئیں تو اُن کے پاس کسی شخص کو بھیج کر یہ کہلانا کہ وُہ بادشاہ سے درخواست کریں کہ جمعہ کے خطبوں میں المجاہد فی سبیل اللہ کے لقب سے یاد کرنے کی اجازت دیں۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں سُلطان معزّالدین کیقباد کی لڑکی کی شادی ملکہ جہاں کے لڑکے قدر خان سے قرار پائی۔ حسب دستور قاضی اور علماء مبارکباد دینے کے لئے شاہی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے ملکہ جہاں نے سلطان کی ہدایت کے مطابق اُن کو کہلا بھیجا کہ وُہ سلطان سے المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب اختیار کرنے کی درخواست کریں۔ ملکہ جہاں کا پیغام سن کر علماء اور قاضیوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا ایسے بادشاہ دین پناہ کے لئے یہ لقب جائز بلکہ واجب ہے اور جب وُہ مہینہ کی پہلی تاریخ کو دستور کے مطابق سلطان کی دست بوسی کے لئے حاضر ہوئے تو سر آمد علماء قاضی فخرالدین ناقلہ نے سلطان سے التجاء کی کہ ہم تمام عالموں مفتیوں اور قاضیوں کی خواہش ہے کہ آپ نے بارہا غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں کی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ ہمیں اس کی اجازت دیں کہ ہم جمعہ کے دن آپ کے نام کے ساتھ المجاہد فی سبیل اللہ کے لقب کا اضافہ کریں۔ سلطان یہ سن کر آبدیدہ ہُوا۔ اُس نے کہا کہ ملکہ جہاں کے کہنے پر آپ لوگ ایسا کر

رہے ہیں۔ اُس نے میری ہی ہدایت پر ایسا کیا۔ لیکن جب میں نے غور کیا تو مجھکو ندامت ہوئی۔ میں اپنے آپ کو ہرگز اس لقب کا اہل نہیں سمجھتا میں نے مغلوں سے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں ان میں کوئی لڑائی خدا کی خوشنودی یا شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے یا کلمہ اسلام بلند کرنے کے لئے میں نے نہیں لڑی بلکہ ہر لڑائی میں شرکت کا مقصد یہ تھا کہ میری شہرت میں ترقی ہو اور اپنے آقا سلطان غیاث الدین بلبن کے سامنے اور زیادہ اعتبار اور عزت حاصل کروں۔ علماء اور قاضیوں نے بادشاہ کے شکوک کی تاویلیں کیں لیکن سلطان نے ایک نہ سنی۔
(تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۹۲)

ایک مسلمان قیدی کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شاہ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ یہ قاصد ایک دن بادشاہ کے پاس سے اٹھا تو گھومتے پھرتے ایک ایسی جگہ پہنچا، جہاں ایک شخص کے قرآن پڑھنے اور چکی پیسنے کی آواز آرہی تھی۔ یہ اُس کے پاس گیا، اور اس کو سلام کیا، مگر اس نے جواب نہیں دیا اس نے دو تین مرتبہ سلام کیا، بالآخر اُس نے یہ کہا کہ اس شہر میں سلام کیسا! قاصد نے بتایا کہ وہ شاہ روم کے نام امیرالمؤمنین کا ایک پیغام لے کر آیا ہے، اور اس نے دریافت کیا کہ تمہاری سرگزشت ؟ اس نے بتایا کہ مجھے فلاں جگہ سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے مجھے دعوت دی کہ میں نصرانی ہو جاؤں مگر میں نے انکار کیا، بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر ایسا نہیں کرو گے تو آنکھیں نکال دی جائیں گی، مگر میں نے آنکھیں کی بجائے دین کو ترجیح دی، چنانچہ گرم سلائیاں سے میری آنکھیں ضائع کر دی گئیں اور مجھے یہاں پہنچا دیا گیا، یومیہ اتنی گندم پیسنے کو ملتی ہے۔ اور ایک روٹی کھانے کو۔ قاصد حضرت عمرؒ کے پاس گیا تو اس شخص کا قصہ بھی پیش کیا، قاصد کا بیان ہے کہ میں ابھی پورا قصہ بیان نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمرؒ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ ابل پڑا جس سے ان کے آگے کی جگہ تر ہو گئی پھر شاہ روم کے نام خط لکھا: مجھے فلاں صاحب کی خبر پہنچی ہے یہاں اس قیدی کے احوال ذکر کئے گئے۔ اور اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے اس کو رہا کر کے میرے پاس نہیں بھیجا تو میں تیرے مقابلہ میں ایسا لشکر بھیجوں گا جس کا پہلا دستہ تیرے پاس ہوگا۔ اور پچھلا میرے پاس۔ قاصد پھر شاہ روم کے پاس گیا۔ اس نے کہا: بڑی جلدی واپس آئے ؟ قاصد نے حضرت عمرؒ کا خط پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر کہا! ہم نیک آدمی کو لشکر کشی کی زحمت نہیں دیں گے، بلکہ قیدی واپس کر دیں، قاصد بیان کرتا ہے کہ مجھے اس کی رہائی کے انتظار میں چند دن وہاں ٹھہرنا پڑا، ایک دن بادشاہ کے دربار میں گیا تو عجیب منظر دیکھا، بادشاہ اپنے تخت سے نیچے بیٹھا ہے اور چہرے پر خوف و ملال کے آثار تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: جانتے ہو میں ایسی طرح کیوں بیٹھا ہوں ؟ میں نے کہا مجھے خبر نہیں، مگر آپ کی نشست کا منظر میرے لئے موجب حیرت ضروری ہے۔ بادشاہ نے کہا، مجھے بعض علاقوں سے خبر پہنچی ہے کہ اس نیک آدمی حضرت عمرؒ کا انتقال ہوگیا۔ اس کے سوگ میں اس طرح بیٹھا ہوں۔ پھر کہا کوئی نیک آدمی جب بُرے لوگوں میں گھر ہو تو اُسے بہت کم مدت رہنے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔ قاصد کہتا ہے مجھے اس اطلاع سے اس مظلوم قیدی کی رہائی سے مایوسی ہوئی، اس لئے میں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے واپسی کی اجازت ہو لے

بادشاہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی زندگی میں ان کی بات مانیں اور ان کی موت کے بعد اس سے پھر جائیں چنانچہ اس قیدی کو رہا کر کے میرے ساتھ بھیج دیا۔
(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لیے دو کتابیں ارسال کریں

تبصرہ باری پر ہوگا

محسنۂ کائنات

مکرم جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر کا نام نامی قارئین خدام الدین کے لیے نیا نہیں۔ حضرت امام العلماء لاہوری قدس سرہٗ سے ان کی دوہری نسبت نے انہیں سراپا علم و عمل بنا دیا ہے۔ اور وہ ہیں کہ اپنی تمامتر صلاحیتیں خلق خدا کی اخروی بہتری کی خاطر خرچ کر رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب موصوف کی وہ کاوش ہے جس میں ان کا خون جگر شامل ہے اور انہوں نے پوری دلسوزی اور انسانی ہمدردی کے بھرپور جذبہ کے ساتھ یہ کتاب لکھ کر ملت پر بھرپور احسان کیا ہے کہ اسے حقوق کی اہمیت اور ان کی ادائیگی کے معاملہ میں ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کتاب کا مرکزی عنوان "والدہ" کی مقدس ذات ہے۔ جس کی قبر سے گزرتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام کی بھی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بقول نبی کریم ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ لیکن آج کے معاشرہ میں وہ انتہائی مظلومہ ہے۔ اس مظلومہ کے مقام و حرمت کی خاطر نے قلم اٹھایا اور وقت کے جنید و شبلی امام العلماء لاہوریؒ نے اپنی مبارک رائے میں لکھا۔ کہ

"مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی محسنۂ کائنات پڑھے تو اس کا دل موم ہو جائے گا اور اس کے پڑھنے کی برکت سے ماں کا فرمانبردار ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں دوزخ کی طرف جا رہا تھا تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کی پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا اور بفضلہ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضاء الٰہی کا تمغہ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا۔"

اس ارشاد گرامی کے بعد تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ پڑھئے اور فائدہ حاصل کیجئے۔ تین سو صفحہ ہے۔ قیمت ۸/- روپے۔ انجمن خدام الدین لاہور کے علاوہ مکتبہ رشیدیہ، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار اور قریشی محمد انور کشمیری بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ!

مولانا سید مناظر احسن گیلانی دیوبند کے نامور فاضل اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے نامور استاذ تھے۔ مختلف موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں مارکیٹ میں ہیں۔ اور ہر کتاب ان کے وسعت مطالعہ کی شاہد عدل ہے۔

آج اہل اسلام کی فرقہ بندیوں کا بڑا چرچا ہے اور اس کی آڑ میں اسلام سے گریز کی روش نے انتہائی افسوسناک صورت اختیار کر لی ہے۔ موصوف نے اپنی پیاری اور شستہ زبان میں حقائق کو بے نقاب کیا ہے۔ ملی تاریخ پہ پڑی ہوئی گرد جھاڑی ہے اور بتلایا ہے کہ یہ دعویٰ محض افسانہ ہے اس میں حقیقت کا شائبہ نہیں۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے یہ رسالہ چھپوا کر بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس پر ارباب ادارہ مستحق شکریہ ہیں۔

اس کتاب کی وسیع پیمانہ پہ اشاعت وقت کی ضرورت ہے۔ قیمت مجلد کی ۵/۵۰ ہے۔ جب کہ بکس بورڈ کی ۳/۷۵۔ کاغذ وغیرہ بہت اچھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی امت کی حقیقت ان کی تحریرات سے!

دنیا میں اصحاب خیر کی کمی نہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا سرمایہ اور جن کی صلاحیتیں اللہ کے دین کی

تبلیغ و اشاعت میں کام آتی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں میں ایک بزرگ کراچی میں ہیں۔ نام ہے جناب محمد مسلم بن برکت اللہ ۔ ۴۳۰ صفحہ کی کتاب اچھے کاغذ پر شائع کی۔ مرزا غلام احمد کے دو سو کے قریب جھوٹ لکھ کر مرزائیت کو بے نقاب کیا۔ گو کذبات مرزا میں ترتیب نہ رہ سکی لیکن موصوف کی محنت قابل داد ہے۔

اتنی بڑی کتاب مفت تقسیم ہوئی۔ اب دوسرا ایڈیشن ہے وہ بھی مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ ہر آدمی حاصل کر سکتا ہے بالخصوص بار رومز، کالج، یونیورسٹی، عربی مدارس کے کتب خانوں اور پبلک لائبریریوں کو محض ایک کارڈ کے ذریعہ مجلد نسخہ ارسال کرنے کا اہتمام ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش و سعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور فتنہ قادیانیت کی بیخ کنی کا باعث بنائے۔

الفاروق ۲۰

امام ولی اللہ دہلوی اتنے بڑے آدمی تھے کہ ایسے آدمی مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں آپ نے قوم کی ہر شعبۂ حیات میں رہنمائی کی۔ افسوس قوم نے فائدہ نہ اٹھایا مولانا سندھی علیہ الرحمۃ فکر ولی اللہی کے زبردست ترجمان تھے۔ انہوں نے ایسے لوگوں کی ایک کھیپ تیار کی جن کا اوڑھنا بچھونا شاہ صاحب تھے۔ ان لوگوں نے امام ولی اللہ اکیڈیمی کی بنا ڈالی — مقصد ولی اللہی افکار کی تبلیغ و اشاعت اور ان کے مطابق عملی دنیا بسانا ہے۔

اس پمفلٹ میں اکیڈیمی کی ضرورت و لائحہ عمل کو شیخ بشیر احمد مرحوم جو جنرل سیکرٹری تھے نے لکھا اور جائنٹ سیکرٹری محمد مقبول احمد صاحب نے ترتیب دیا۔

بڑے سائز کے ۲۰ صفحات ہیں قیمت محض ۵۰ پیسے ہے۔ ولی اللہ سوسائٹی پاکستان رجسٹرڈ ممتاز سٹریٹ ۲۱ فاروق گنج لاہور سے یہ رسالہ مل سکتا ہے۔ اسلام کے نظام عدل کے نفاذ و اجرار کی کوشش کرنے والے اس رسالہ کو ضرور پڑھیں اور باقی سب سے بھی مطالعہ کی درخواست ہے۔

(علوی)

بقیہ : مجلس ذکر

اللہ تعالیٰ کے ارشادات، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات، حضرات صحابہ کرامؓ کی تصریحات اور حضرات مفسرین کے تفسیری نوٹ، ہر ایک پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے انسان! تیری زندگی کا مقصد ذکر و یاد الٰہی ہے

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی خلوت و جلوت کی زندگی اس طرح گذرتی ہے کہ ان کی زبانوں پر نام خدا ہوتا ہے اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت سے بچائے۔

بقیہ : احسن القصص

پیشانی کو زمین پر رکھ دینا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ ۱۱ بھائی والد والدہ سب آداب بجا لا رہے ہیں۔ گویا ان کی حیثیت ایک حاکم اور آقا کی ہے دوسرے جو انہوں نے دیکھے وہ ایسے ہے محکوم اور تابع ہیں۔

جب اس خواب کا ذکر کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام فوراً جان جاتے ہیں کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟

تورات کا اس موقعہ پر جو بیان ہے وہ واقعی پیغمبر کی سیرت کے مناسب نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی تحریف ہوئی ہے۔ تورات میں یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنا یہ خواب اپنے والد سے کہا تو والد نے بہت ناک بھوں چڑھائی اور بہت ڈانٹا اور کہا کہ اچھا تم اب ایسی باتیں کرنے لگے ہو۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر کی سیرت کے یہ مطابق نہیں۔ انہوں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی بلکہ ایک خواب بیان کیا۔ اس خواب کی تعبیر یہ تھی جو یعقوب علیہ السلام جان گئے اور اس خواب کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی — وہ نصیحت کل۔

فون نمبر	ہفت روزہ خدام الدین لاہور	رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۷۵۴۵		۶۰۷۴

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹ ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۰۷۶۷-۹ DDA مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۴ء، (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو G.M/بم-۱۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

دورۂ قرأۃ وحدیث شریف و میراث

بستی مولویاں تحصیل رحیم یار خاں میں ۲۱ رجب ۸۶ھ سے شروع ہو کر ۲۰ رمضان شریف کو ختم ہو گا۔
المحدث مولانا عبدالرحیم صاحب بخاری شریف و ترمذی شریف کے اہم مقامات پڑھائیں گے
القاری مولانا عبدالقادر صاحب مسند حق زور الٰہی قرأۃ پڑھائیں گے۔

المشتہر محمد شریف احمد بستی مولویاں

۹۷۲۱

خدام الدین درسِ حق کا مبلغ ہے — اور حضرت لاہوریؒ کی روحانی یادگار!

خود پڑھیے دوسروں کو پڑھائیے

مولانا عبیداللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیئر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔